OPEN ACCESS
Al-Duhaa
﴾Journal of Islamic Studies﴿
ISSN (print): 2710-0812
ISSN (online): 2710-3617
www.alduhaa.com

Al-duhaa, Vol.:3, Issue: 1, Jan -June 2022
DOI:10.51665/al-duhaa.003.01.0175, PP: 356-365

بیت المقدس کا حق دار کون؟ یہودی یا مسلمان، قرآن و حدیث کے تناظر میں موجودہ حالات کا تحقیقی جائزہ

A Research Based Study of the Custodianship of Jerusalem in the Light of the Teachings of Quran and Hadith

Published: 01-06-2022
Accepted: 15-05-2022
Received: 31-12-2021

Dr. Atta Ullah
Assistant Professor, Department of Islamic and Religious Studies, The University of Haripur, kp, Pakistan
Email: attaullahumarzai@gmail.com
https://orcid.org/0000-0001-8735-9830

Dr. Abdul Muhaimin
Assistant Professor, Department of Islamic and Religious Studies, The University of Haripur, kp, Pakistan
Email: Muhaimin74@gmail.com
https://orcid.org/0000-0002-2313-4875

Muhammad Umair khan
M.Phil. Scholar, Department of Islamic and Religious Studies, The University of Haripur, kp, Pakistan
Email: Umair9474@gmail.com
https://orcid.org/0000-0002-0583-6531

Abstract

This study critically analyzes on of the most important issues between the Muslims and Jews i.e. the custodianship of Jerusalem. The research highlights the historical aspects of the issue to have a comprehensive understanding of all the relevant aspects of the dispute. Various arguments in regard with the claims of custodianship of Jerusalem have also been presented. The teachings of the Holy Quran and sayings of Prophet Muhammad (PBUH) about the subject matter thoroughly been discussed in the study. The Jewish claim of the custodianship of Jerusalem has also been examined in detail. The study encompasses the modern-day situation regarding this critical issue and also suggests few way oats about this issue. The research ends with few findings and recommendations as well.

Keywords: *Jerusalem, custodianship, Muslims, Jews.*

تمہید:

مسجد اقصی فلسطین کے شہر یروشلم میں واقع ہے، یروشلم کا عربی نام القدس یا بیت المقدس ہے، ابتدا میں یہ لفظ مسجد اقصی یا ہیکل سلیمانی کے لئے بولا جاتا تھا لیکن بعد میں اس کا اطلاق پورے شہر پر ہونے لگا، بیت المقدس کو یورپین زبانوں میں یروشلم Jerusalem کہتے ہیں، پہلی صدی قبل مسیح میں جب رومیوں نے یروشلم پر قبضہ کیا تو انہوں نے اسے "ایلیا" کا نام دیا تھا۔[1]

ارض مقدس کی سرزمین تینوں مذاہب اسلام، یہودیت اور عیسائیت میں بڑی اہمیت کی حامل ہیں، اس مقدس سرزمین میں جو کہ انبیاء کا مدفن اور مہبط وحی ہے سب سے پہلے اللہ کے گھر کی بنیاد کس نے رکھی؟ اس سلسلے میں یہ حدیث بڑی اہمیت کی حامل ہے حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے جناب نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا مسجد حرام، پھر میں نے پوچھا کہ دوسرے نمبر پر کون سی مسجد وجود میں آئی تو فرمایا کہ مسجد اقصی، پھر میں نے کہا کہ ان دونوں مسجدوں کی تعمیر کے درمیان کتنا فاصلہ ہے تو فرمایا کہ چالیس سال، اور مزید فرمایا کہ پھر جہاں بھی تمہیں نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھ لو کیونکہ اسی میں فضیلت ہے:

حدثنا إبراهيم التيمي، عن أبيه، قال: سمعت أبا ذر رضي الله عنه، قال: قلت يا رسول الله، أي مسجد وضع في الأرض أول؟ قال: «المسجد الحرام» قال: قلت: ثم أي؟ قال «المسجد الأقصى» قلت: كم كان بينهما؟ قال: «أربعون سنة، ثم أينما أدركتك الصلاة بعد فصله، فإن الفضل فيه»[2]

مسجد اقصی کا بانی کون ہے؟

اس مسئلہ میں علماء کا اختلاف ہے کہ مسجد اقصی کی تعمیر سب سے پہلے کس نے کی، ایک قول کے مطابق حضرت یعقوب علی نبینا وعلیہ السلام نے وحی الٰہی کے مطابق مسجد اقصی کی بنیاد رکھی جس کی وجہ سے یہ شہر آباد ہوا:

وعند أهل الكتاب أن يعقوب عليه السلام هو الذي أسس المسجد الأقصى وهو مسجد إيليا بيت المقدس[3]

ایک قول یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے 961 قبل مسیح میں اس مسجد کو تعمیر کیا اسی لئے یہودی اسے ہیکل سلیمانی کہتے ہیں، لیکن یہ قول اس وجہ سے صحیح نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام مسجد اقصی کے بانی نہیں بلکہ تجدید کرنے والے ہیں اور اس میں شک نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کی تعمیر کردہ یہ عبادت گاہ فن تعمیر کا شاہکار ایک شاندار عمارت تھی جو اپنی شان و شوکت اور جاہ و شکوہ کے لحاظ سے عجائبات عالم میں شمار ہوتی تھی۔[4]

قرآن مجید کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس کی تعمیر کے لئے ان جنات سے بھی مدد لی تھی جنہیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کے لئے تابع فرمان بنا دیا تھا، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۭ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝ يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَاۗءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ۭ اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ۭ وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ"[5]

اور جنات میں سے کچھ وہ تھے جو اپنے پروردگار کے حکم سے ان کے آگے کام کرتے تھے اور (ہم نے ان پر یہ بات واضح کردی تھی کہ) ان میں سے کوئی ہمارے حکم سے ہٹ کر ٹیڑھا راستہ اختیار کرے گا، اسے ہم بھڑکتی ہوئی آگ کا مزہ چکھائیں گے۔ وہ

جنات سلیمان کے لیے جو وہ چاہتے بنا دیا کرتے تھے، اونچی اونچی عمارتیں، تصویریں، حوض جیسے بڑے بڑے لگن اور زمین میں جمی ہوئی دیگیں۔ اے داود کے خاندان والو! تم ایسے عمل کیا کرو جن سے شکر ظاہر ہو۔ اور میرے بندوں میں کم لوگ ہیں جو شکر گزار ہوں۔ [6]

حضرت سلیمان (علیہ السلام) نے بیت المقدس کی تعمیر پر جنات کو مقرر کیا ہوا تھا، یہ جنات مختلف کام سرانجام دیتے تھے جن میں بڑی بڑی عمارتوں کی تعمیرات بھی شامل تھی، ان عمارتوں کے آثار آج تک موجود ہیں اس کے علاوہ آپ علیہ السلام نے جنوں سے اور بھی بہت سے کام لئے ہیں۔ [7]

فتح الباری میں علامہ ابن حجر رحمہ اللہ نے اور بھی بہت سے اقوال نقل کیے ہیں، لیکن اس سلسلے میں زیادہ صحیح قول علامہ ابن ہشام رحمہ اللہ کا ہے جو انہوں نے "التیجان" میں نقل کیا ہے فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام نے مسجد الحرام کی تعمیر کے چالیس سال بعد مسجد اقصی کو تعمیر کیا:

ثم أمر الله تعالى آدم بالسير إلى البلد المقدس فأراه جبريل كيف يبني بيت المقدس فبنى بيت المقدس ونسك فيه[8]

علامہ ابن الجوزی، امام قرطبیؒ اور حافظ ابن الحجر رحمہم اللہ کے نزدیک راجح قول یہی ہے:

وجوابه أن الإشارة إلى أول البناء ووضع أساس المسجد وليس إبراهيم أول من بنى الكعبة ولا سليمان أول من بنى بيت المقدس فقد روينا أن أول من بنى الكعبة آدم ثم انتشر ولده في الأرض فجائز أن يكون بعضهم قد وضع بيت المقدس ثم بنى إبراهيم الكعبة بنص القرآن وكذا قال القرطبي إن الحديث لا يدل على أن إبراهيموسليمان لما بنيا المسجدين ابتدا وضعهما لهما بل ذلك تجديد لما كان اسسه غيرهما...... وقال الخطابي يشبه أن يكون المسجد الأقصى أول ما وضع بناءه بعض أولياء الله قبل داود وسليمان ثم داود وسليمان فزادا فيه ووسعاه فأضيف إليهما بناؤه ....قلت الاحتمال الذي ذكره أولا موجه وقد رأيت لغيره أن أول من أسس المسجد الأقصى آدم عليه السلام وقيل الملائكة وقيل سام بن نوح عليه السلام وقيل يعقوب عليه السلام .....[9]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہودیوں کی یہ بات کسی طور پر درست نہیں کہ مسجد اقصی چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کی ہے اس لئے ہم اس کے زیادہ حقدار ہیں، اولاً تو یہ بات درست نہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام مسجد اقصی کے بانی نہیں بلکہ مجدد (تجدید کرنے والے) ہیں، اور ثانیاً حدیث بالا کی رو سے حضرت سلیمان علیہ السلام کو مسجد اقصی کا بانی نہیں کہا جا سکتا اس لئے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے درمیان ہزاروں سال کا فاصلہ ہے جبکہ حدیث میں جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دونوں مسجدوں کے دمیان چالیس سال کا فاصلہ ہے، اسی لئے شارحین حدیث نے اس بات کو راجح قرار دیا کہ مسجد اقصی کے بانی ابو البشر جناب آدم علیہ السلام ہیں۔

یہودی مسجد اقصی کے کتنے حقدار ہیں؟

اہل یہود یہ سمجھتے ہیں کہ وہ اس مقدس سرزمین کے زیادہ حقدار ہیں، یہودی اپنے آپ کو ارض مقدس کا حقدار کیوں خیال کرتے ہیں؟ اس کی وہ مختلف وجوہات بیان کرتے ہیں:

پہلی دلیل:

ایک تو ان کا یہ مزعومہ خیال ہے کہ وہ اپنے آپ کو محبوب الٰہی اور برگزیدہ مخلوق گردانتے ہیں، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کا یہ خیال قرآن مجید میں بیان فرمایا:

"نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ"

کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے اور لاڈلے ہیں،

اس بناء پر وہ یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ اس مقدس سرزمین کے زیادہ حقدار ہیں، لیکن ان کا یہ دعوی محض خام خیال ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے خود ہی اس کو رد فرمایا:

"قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ"10

اے اہل یہود! تم یہ سمجھتے ہو کہ تم اللہ کے دوست اور اس کے محبوب بندے ہو اگر تم اپنے دعوی میں سچے ہو تو پھر ذرا یہ تو بتاؤ کہ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ پھر اللہ تمہارے گناہوں کی وجہ سے تمہیں سزا کیوں دیتا ہے؟ یہ بات یہودی بھی مانتے ہیں کہ مختلف مواقع پر وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کا نشانہ بنے ہیں اور ان میں سے بہت سے لوگ اس بات کے بھی قائل ہیں کہ آخرت میں بھی کچھ عرصے کے لئے وہ دوزخ میں جائیں گے نیز تاریخ بھی اس بات پر گواہ ہے کہ یہودی کیسے گردش ایام کے ساتھ اپنی بد اعمالیوں کی وجہ عذاب الٰہی کا نشانہ بنتے رہے ہیں، اس لئے یہ دعوی بالکل باطل ہے کہ کوئی خاص رنگ و نسل والی قوم اللہ کے ہاں زیادہ مقرب ہے باقی لوگوں کی بہ نسبت، بلکہ اللہ تعالیٰ نے تمام انسان ایک جیسے پیدا فرمائے، اس کے ہاں سب انسان برابر ہیں ،اس کے قوانین سب پر لاگو ہیں، اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرب کا معیار کوئی خاص رنگ و نسل نہیں بلکہ تقویٰ ہے، جو جتنا متقی ہوگا وہ اپنے رب کی بارگاہ میں اتنا ہی مقرب ہوگا، لہٰذا اللہ کے گھر اور اس کی مقدس سرزمین کی تولیت کے حقدار وہی لوگ ہیں جو اللہ کے احکام کی پیروی کرتے ہیں اور اس کے ہاں مقبول دین یعنی دین اسلام پر قائم ہیں، جب تک یہودی اللہ کی بھیجی ہوئی شریعت اور دین پر قائم رہے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں یہ منصب عطا کیے رکھا، لیکن جب یہ قوم اللہ تبارک وتعالیٰ کی بھیجی ہوئی واضح نشانیوں کی تکذیب، انبیاء کرام علیہم السلام کے قتل عام اور کفر و شرک جیسے سنگین جرائم میں مبتلا ہوئی تو اللہ تبارک تعالیٰ نے انہیں اس عظیم منصب سے محروم کر دیا ہے۔

دوسری دلیل:

دوسری وجہ یہ ہے کہ یہودی یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ دراصل ارض فلسطین کے اصل باسی اور باشندے ہیں جو ہزاروں سال پہلے یہاں آباد تھے اور یہ زمین ان کا آبائی وطن ہے اس لئے وہ اس سرزمین کے زیادہ حقدار ہیں۔

ان کا یہ دعوی بھی محض دل کو تسلی دینے کے سوا کچھ نہیں۔

اس سلسلے میں یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ ہم ہزاروں سال پہلے یہاں آباد تھے، ہمیں ظلم و جبر کے ذریعے یہاں سے نکالا گیا، اور طویل جد وجہد کے بعد ہم نے یہ زمین دوبارہ حاصل کر لی، اب ہمیں یہاں پر پورا اختیار حاصل ہے اور بیت المقدس پر بھی ہمارا حق ہے۔

ان دو دلائل کے دو طرح سے جواب دیے جا سکتے ہیں ایک علی سبیل الانکار اور دوسرا علی سبیل التسلیم:

جواب انکاری:

یہودیوں کا اس بات پر اصرار ہے کہ تاریخی تناظر میں یروشلم اور مسجد اقصی پر ان ہی کا حق ہے اور مسلمانوں کا اس پر کوئی حق نہیں، لیکن ان کی یہ بات تاریخی لحاظ سے بھی غلط ہے، اس ضمن میں ہم ایک فاضل مقالہ نگار کی تحریر پیش کرتے ہیں:

"تاریخ اس بات پر شاہد ہے کہ فلسطین میں سب سے پہلے بود و باش اور سکونت اختیار کرنے والے کنعانی تھے، جنہوں نے چھ ہزار سال قبل میلاد وہاں رہائش اختیار کی یہ ایک عرب قبیلہ تھا اور جزیرہ عربیہ سے فلسطین آیا، کنعانیوں کے آنے کے بعد ان کے نام سے اسے فلسطین کا نام دیا گیا"[11]

مزید لکھتے ہیں:

"اور یہودی تو یہاں پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے آنے کے تقریباً چھ سو سال بعد آئے ہیں، یعنی اس کے معنی یہ ہوئے کہ یہودی فلسطین میں پہلی مرتبہ چودہ سو سال قبل میلاد میں آئے اس طرح کنعانی یہودیوں سے چار ہزار پانچ سو سال پہلے فلسطین میں داخل ہوئے اور اسے اپنا وطن بنایا"[12]

اس کے علاوہ فلسطین پر عربوں کا حق ثابت کرنے کے لئے درج ذیل نکات تاریخی حیثیت رکھتے ہیں، یہ نکات اس تقریر سے لئے گئے ہیں جو عالم اسلام کے نامور سپوت، سعودی عرب کے فرمانروا، شاہ فیصل مرحوم نے ایک بین الاقوامی سیمینار میں کی تھی:

یہودی فلسطین کے اصل باشندے نہیں ہیں۔

یہودی دراصل بیرونی حملہ آور تھے جو فلسطین پر طاقت سے مسلط ہونے کے بعد کچھ عرصہ فلسطین میں رہے اور اس کے بعد نکال دیے گئے۔

فلسطین میں ان کی موجودگی کا عرصہ نہایت مختصر تھا۔

فلسطین میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانے سے لے کر اب تک کبھی خالص یہودی حکومت قائم نہیں ہوئی۔

فلسطین میں یہودیوں کی کبھی اکثریت نہیں رہی۔

جب فلسطین سے یہودیوں کو نکال دیا گیا تو اس میں صرف اس کے اصل باشندے ہی رہ گئے جو شروع سے لے کر آج تک وہیں رہ رہے ہیں۔

سولہ سو سال کی طویل مدت کے دوران فلسطین میں کبھی کوئی یہودی آباد نہیں رہا۔

عربوں کی حکومت تقریباً ساتویں صدی سے فلسطین میں رہی۔

آج وہاں سینکڑوں تاریخی عمارات موجود ہیں جو عرب طرز تعمیر کا نمونہ ہیں۔[13]

اس طرح تاریخی طور پر بھی یہ ثابت ہے کہ فلسطین میں یہودیوں کا نہ تو اب کوئی حق ہے اور نہ ہی ان کو پہلے کوئی حق حاصل تھا، اور نہ ہی قدیم رہائشی اور مالک ہونے کے اعتبار سے انہیں کوئی حق حاصل ہے بلکہ یہودیوں کی حیثیت فلسطین میں محض غاصب اور ظالم کی ہے۔

جواب تسلیمی:

یہودیت ایک نسلی مذہبی گروہ ہے، یہودیوں کے نزدیک یہودی صرف وہی شخص کہلائے گا جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے بارہ بیٹوں کی نسل سے ہوگا، دعوت کے ذریعے کوئی شخص یہودی نہیں بن سکتا بلکہ یہودی ہونے کے لئے نسلی اعتبار سے ماں اور باپ دونوں کا یا کم از کم ماں کا یہودی ہونا ضروری ہے تب وہ شخص یہودیت میں داخل ہوگا۔

اگر ہم ایک لمحہ کے لئے یہ تسلیم کرلیں کہ ارض مقدس یہودیوں کا آبائی وطن ہے اور وہی اس کے حقدار ہیں تو پھر دنیا بھر کے یہودیوں کو پہلے اپنا یہودی ہونا ثابت کرنا پڑے گا اس لئے کہ یہودیت میں داخل ہونے کا جو فارمولا انہوں نے گھڑا اس کے مطابق موجودہ زمانے میں بہت کم فیصد یہودی یہ ثابت کرپائیں گے کہ وہ اصل اولاد اسرائیل ہیں، اور ان میں بھی خالص نسل ان کی نہیں کیونکہ وہ جہاں بھی گئے انہوں نے دوسری اقوام سے رشتے ناطے کیے جس سے وہ مخلوط قوم بن گئے۔

عزرائیل میں مقیم موجودہ یہودیوں میں اکثریت ان یہودیوں کی ہے جو مختلف جگہوں مثلاً روس، یوکرائن، پولینڈ اور اسپین وغیرہ سے لاکر اس خطے میں بسائے گئے، جنھوں نے صدیوں پہلے یہودیت قبول کرلی اور ان کے ذریعے یہودیوں کی تعداد بڑھی اور نسلی یہودیوں پر غالب آگئی، انہیں یہودیوں کو ایک صدی پہلے فلسطین میں لاکر بسانے کی ناپاک کوشش کی گئی، موجودہ یہودیوں میں اکثریت انہیں یہودیوں کی ہے، اور بنی اسرائیل کے بارہ قبیلوں والے یہودی تو محض چند فیصد ہیں اور ان کی نسل بھی مخلوط ہے، بیان، اسرار احمد، ڈاکٹر، عنوان: یہودیوں کی کتنی نسلیں ہیں۔

اگر یہ مان لیا جائے بیت المقدس پر یہودیوں کا حق ہے کیونکہ وہ ہزاروں سال پہلے یہاں آکر آباد ہوئے تو پھر بھی موجودہ یہودی اس کے حقدار نہیں کیونکہ یہ ہزاروں سال پہلے آباد ہونے والے یہودی نہیں اور نہ ہی ان کی نسل سے ہیں نیز اولاد اسرائیل کے سوا کوئی شخص یہودی نہیں ہوسکتا کیونکہ یہ دعوتی مذہب نہیں بلکہ نسلی مذہب ہے، غرض کہ موجودہ یہودیوں کا نسل یہود سے کوئی تعلق نہیں لہٰذا وہ ارض مقدس کی تولیت کا حق نہیں رکھتے۔

تیسری دلیل:

یہودیوں کا دعوی ہے کہ بیت المقدس ان کی وہ تاریخی عبادت گاہ ہے جو بنی اسرائیل کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے تعمیر کی، یہودی اسی "ہیکل سلیمانی" (Solomon's Temple) کے نام سے موسوم کرتے ہیں، یہودی اسے اپنی عبادات، مذہبی رسوم کی ادائیگی، اور روحانی و اجتماعی زندگی کا محور و مرکز ہونے کے ساتھ ساتھ سیاسی عظمت و شوکت اور دنیاوی جاہ وجلال کے ایک نشان کے طور پر دیکھتے ہیں۔

جواب:

یہودیوں کا یہ دعوی بھی درست نہیں اس لئے کہ مسجد اقصی کی بنیاد حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام سے بہت پہلے رکھی جاچکی تھی، اس پر تاریخی اعتبار سے متعدد دلائل ہیں، ہم یہاں بخاری شریف کی اس روایت کا حوالہ دیں گے (جو اوپر گزر چکی ہے) جس میں سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا: کہ بیت اللہ اور مسجد اقصی کی تعمیر میں "چالیس سال" کا فاصلہ ہے۔

بیت اللہ کی تعمیر ابتدائے آفرینش میں حضرت آدم علیہ السلام نے کی تھی، اور حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام میں ہزاروں سال کا وقفہ ہے، اس سے معلوم ہوا کہ مسجد اقصی کی تعمیر حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کے زمانے سے بہت پہلے ہوچکی تھی، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ مسجد اقصی کی تعمیر نو حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی تھی۔[14]

اس لئے یہودیوں کا یہ دعوی بالکل باطل ہے کہ سب سے پہلے ہیکل سلیمانی کی تعمیر حضرت سلیمان علیہ السلام نے کی تھی۔

تبصرہ:

اس ساری بحث سے معلوم ہوا کہ یہودی تولیت بیت المقدس کا جو دعوی کرتے ہیں اور اس پر جن دلائل کا سہارا لیتے ہیں اس میں وہ حق بجانب نہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری اور سچی کتاب قرآن مجید کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا کہ یہودیوں پر اللہ نے بے شمار انعامات واحسانات کیے، قوم نبی موسیٰ کو فرعون کے مظالم سے چھڑایا، دریائے مصر عبور کروایا، من وسلوی کی نعمت عطا کی، صحرا کی جھلسا دینے والی دھوپ میں بادلوں سے سایہ کیا، ارض مقدس انبیاء کی سرزمین عطا کی، بیت المقدس کی تولیت سونپی، لیکن ان انعامات کا بدلہ قوم یہود نے شکر گزاری کے بجائے ناشکری و نافرمانی سے دیا، اور بار بار اللہ عزوجل کی نافرمانی کرکے اس کے غیظ و غضب کو دعوت دی جس کے نتیجے میں وہ مختلف اوقات میں عذاب الٰہی کا نشانہ بنے، لیکن پھر بھی یہودیوں نے ان الٰہی تنبیہات سے سبق حاصل نہیں کیا اور جب سرور کائنات، ہادی عالم، رشد وہدایت کے آفتاب و ماہتاب حضور ﷺ نوع انسانی کی ہدایت کے لئے تشریف لائے تو یہود و نصاری کو ایک موقع اور ملا کہ وہ حضور نبی رحمت ﷺ پر ایمان لے آئیں اور سابقہ روش کو ترک کرکے اللہ کے نیک بندوں میں شامل ہو جائیں، لیکن وہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہی وہ مسیح انسانیت نبی آخر الزماں ﷺ ہیں جن کی بشارت پہلے انبیاء کرام علیہم السلام دے چکے ہیں ایمان نہیں لائے اور مغضوب علیہم لوگوں کی صف میں کھڑے ہو گئے۔

حضور ﷺ کی تشریف آوری کے بعد یہودیوں نے اپنی سابقہ روش کو برقرار رکھتے ہوئے حضور سرور کائنات ﷺ پر ایمان لانے کے بجائے آپ ﷺ کے ساتھ معاندانہ رویہ اختیار کیا اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے جال بچھائے، جب حضور ﷺ مکہ میں تھے تو مکہ کے مشرکوں کو ان کے خلاف اکساتے اور جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہاں پر مسلمانوں کے خلاف کافروں سے گٹھ جوڑ کیا اور عہد شکنی کی، غرض اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات کریم نے جو آخری موقع یہودیوں کو عطا کیا انہوں نے اس کو بھی گنوا دیا اور ہمیشہ کی بدبختی قبول کی۔

مسجد اقصی کی تولیت اور قرآن مجید:

مسلمانوں کا مسجد اقصی کے ساتھ تعلق اور رشتہ روح اور جسم کے تعلق کی مانند ہے، یہ مسلمانوں کی عقیدتوں کا مرکز اور مستقبل کی امیدوں کا مسکن ہے، اس مرکز تقدیس کے ساتھ مذہبی و تاریخی اعتبار سے مسلمانوں کا بڑا گہرا تعلق ہے، ہجرت کے بعد سولہ یا سترہ ماہ تک مسلمان اس مسجد کی طرف منہ کرکے نمازیں ادا کرتے رہے، نبی آخر الزماں ﷺ نے معراج کی شب اس مقام کو شرف قدوم بخشا اور یہاں سے آسمانوں کا سفر طے کیا، اس بناء پر مسلمان اس مبارک سرزمین کی تولیت کا دعوی کرتے ہیں، قرآن مجید اللہ تبارک وتعالیٰ کی آخری اور سچی کتاب ہے، آیئے دیکھتے ہیں کہ قرآن کی رو سے ارض مقدس کی تولیت کا حق کسے ہے؟

سورہ انبیاء میں اللہ تبارک وتعالیٰ فرماتے ہیں:

"وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ أَنَّ الْأَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصَّالِحُونَ"[15]

امام رازیؒ نے اس آیت کی تفسیر میں ارض کے مصداق کے بارے میں تین اقوال ذکر کیے ہیں ان میں سے ایک قول یہ ہے کہ یہاں ارض سے مراد ارض مقدسہ ہے۔

اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ارض مقدس کے وارث ہمیشہ اللہ کے نیک بندے ہوں گے جو احکامات الٰہیہ کے

مطابق زندگی بسر کرنے والے اور دین حنیف پر قائم ہوں گے۔

یہودی جب تک اللہ تبارک و تعالیٰ کے احکامات اور شریعت موسوی کے پابند رہے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس مقدس سرزمین کی تولیت کی ذمہ داری عطا کیے رکھی لیکن جب وہ کفر و شرک اور انبیاء کرام علیہم السلام کی تکذیب جیسے گناہوں میں مبتلا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اس عظیم ورثہ کی نظامت سے محروم کر دیا اور پھر عیسائی ارض مقدس کے وارث ٹھہرے لیکن جب عیسائی بھی حضرت عیسی علیہ السلام کی تعلیمات کو پس پشت ڈال کر تثلیث جیسے شرک پر مبنی عقیدے اور کفارے جیسے گمراہ کن نظریے کے مرتکب ہوئے اور نبی آخر الزماں ﷺ جن کی بشارت خود مسیح علیہ السلام نے دی کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی اس نشان عظمت کی تولیت سے محروم کر دیا اور پھر اس کے بعد امت وسط المشہود بالخیر اس کے والی و وارث ہوئے۔

مسجد اقصی کی تولیت اور احادیث:

متعدد احادیث مبارکہ میں جناب نبی کریم ﷺ نے مستقبل کی پیش گوئیوں کے حوالے سے سچی خبریں دی ہیں ان پر غور کرنے سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مسجد اقصی پر مسلمانوں کا حق ہے اور یہ مسلمان مجاہدین اور دین حنیف پر قائم اہل حق کا مرکز ہوگی:

> عن أبي أمامة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " لا تزال طائفة من أمتي على الدين ظاهرين لعدوهم قاهرين لا يضرهم من خالفهم إلا ما أصابهم من لأواء حتى يأتيهم أمر الله وهم كذلك ". قالوا: يا رسول الله وأين هم؟ قال: " ببيت المقدس وأكناف بيت المقدس "[16]

> "حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں سے ایک گروہ قیامت تک دین پر ثابت قدم اور دشمن پر غالب رہے گا، ان سے اختلاف کرنے والے ان کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے سوائے اس کے کہ انہیں کچھ معاشی تنگدستی کا سامنا کرنا پڑے، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کا حکم آجائے گا اور وہ اسی حالت پر ہونگے، صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول وہ کہاں ہونگے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: وہ بیت المقدس اور اس کے گردونواح میں ہونگے"

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب کہ بیت المقدس اور مسجد اقصی میں مسلمانوں کا قیام ہوگا اور مسلمان غالب ہونگے، ظاہر ہے اس وقت مسجد اقصی کی تولیت اور اس کا انتظام و انصرام بھی ان کے پاس ہوگا۔

> عن حذيفة بن يمان قال: قال رسول الله صلي الله عليه وسلم في حديث طويل------وسلط الله عليهم المسلمين فيقتلونهم حتى إن الشجر والحجر لينادي: يا عبد الله، يا عبد الرحمن، يا مسلم هذا يهودي فاقتله، فينفيهم الله ويظهر المسلمون------الخ[17]

> "حضرت حذیفہ بن یمان حضور ﷺ سے ایک طویل حدیث میں نقل فرماتے ہیں کہ (ایک دور آئے گا جب) مسلمان (یہودیوں) جنگ کریں گے اور ان پر غالب آئیں گے (اور وہ شکست کھا کر بھاگتے پھریں گے) کوئی یہودی اگر درخت یا پتھر کے پیچھے چھپے گا تو وہ درخت یا پتھر بھی بول اٹھے گا کہ اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا بیٹھا ہے اسے قتل کر دو، پس مسلمان اسے قتل کر دے گا، اللہ انہیں شکست دیں گے اور مسلمان فتح سے ہمکنار ہوں گے"

حدیث کی پیش گوئیاں اور موجودہ حالات:

ارض فلسطین پر قابض یہودی مملکت اسرائیل کے حالیہ حملوں نے پوری دنیا میں کھلبلی مچادی ہے، موجودہ حالات میں جہاں عام لوگ فلسطینیوں کی حمایت میں اٹھ کھڑے ہوئے ہیں، وہیں منافقین کے چہروں سے پردہ اٹھ گیا ہے، اسرائیل کی جانب سے جس سفاکیت کا مظاہرہ کیا جارہا ہے اور جس دریدہ دلی سے معصوم بچوں، خواتین اور بوڑھوں کو نشانہ بنایا جارہا ہے حتی کہ اسکولوں اور ہسپتالوں پر چن چن کر بمباری کی جارہی ہے، اسے دیکھ کر اور اس ساری صورت حال کا جائزہ لے کر ہر کوئی اس فاشسٹ نظریہ رکھنے والی قوم کے مکروہ عزائم کو جان گیا ہے، معصوم اور نہتے فلسطینیوں کی ہلاکتوں پر یہودیوں کے جشن نے دنیا بھر کے لوگوں کو متوجہ کردیا ہے اور بہت سے حقائق سے پردہ اٹھادیا ہے۔

آج سے چودہ صدیاں قبل حضور سرور کائنات نے جو پیش گوئیاں کی تھیں وہ ایک ایک کرکے پوری ہوتی نظر آرہی ہیں، ارض مقدس (شام، فلسطین اور اردن) کے بارے میں نبی صادق ﷺ کی زبان سے متعدد پیش گوئیاں صادر ہوئی ہیں، ان پیش گوئیوں اور موجودہ حالات کا تجزیہ کرتے ہوئے یہ بات کسی حدتک درست معلوم ہوتی ہے کہ اب دنیا اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہی ہے اور کسی عالمی جنگ کی منتظر ہے، دنیا کے تینوں بڑے اور مشہور مذاہب یہودیت، عیسائیت اور اسلام کی تعلیمات کے مطابق آخری زمانے میں ایک ایسا وقت آئے گا جب دنیا کا نقشہ بدل جائے گا، ہر مذہب یہ سمجھتا ہے کہ اس معرکہ حق و باطل میں وہ سربلند و سرخرو ہوگا، البتہ اللہ تعالی سچے مذہب کے پیروکاروں کو سربلند فرمائیں گے، ان احادیث میں ارض فلسطین میں بسنے والوں کے لئے خوشخبری اور تسلی کا ساماں ہے۔

نتائج البحث:

1. مسجد اقصی مسلمانوں کا حق ہے کیونکہ اس کی تعمیر انبیاء علیہم السلام کے ہاتھوں ہوئی ہے۔
2. سب سے پہلے اسے حضرت آدم علیہ السلام نے تعمیر کیا، اس کے بعد حضرت داوٗدؑ نے اس کی بنیاد رکھی پھر حضرت سلیمان علیہ السلام نے اسے مکمل کیا، اس لئے اس مسجد پر اسی قوم کا حق ہے جو کہ مسلمان ہو۔
3. جب تک یہودی و عیسائی احکامات الٰہیہ کے پابند تھے اس وقت تک اس عبادت گاہ پر ان کا حق قائم تھا، لیکن نبی آخر الزماں ﷺ کی آمد کے بعد اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول بندے وہی ہیں جو آپ ﷺ پر ایمان لائے اور جو ایمان نہیں لائے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول نہیں ہیں کیونکہ آپ ﷺ کی آمد کے بعد باقی تمام شرائع منسوخ ہوچکی ہیں، لہٰذا اب بیت المقدس کے حق دار وہی لوگ ہوں گے جو نبی آخر الزماں ﷺ کی لائی شریعت کے تابع ہوں گے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حواشی و حوالہ جات

---

1 آزاد دائرۃ المعارف

Āzād Dā,irah al Ma'ārif

2بخاری، محمد بن إسماعیل، صحیح بخاری، دار طوق النجاة، ج:4، ص:145

Bukhārī, Muḥammad bin Ismā'īl, Ṣaḥīḥ Bukhārī, (Nāshir: Dār Ṭūq al Najāt), Vol:4, P:145

3ابن کثیر، اسماعیل بن عمر بن کثیر، البدایہ والنہایہ، دار إحیاء التراث العربی، ج:1، ص:187

Ibn Kathīr, Ismā'īl bin 'Umar bin Kathīr, Al Bidāyah wal Nihāyah, (Nāshir: Beirūt: Dār Iḥyā' al Turāth al 'Arabī), Vol:1, P:187

4اس کی تعمیر کی پوری تفصیل کتاب سلاطین اول باب: 5،6،7 اور کتاب تواریخ دوم باب: 2،3 میں مذکور ہے۔

The full details of its construction are given in the book of Salāṭīn Awwal Bāb: 5,6,7 Awar Kitāb Tawārīkh Dūm, Bāb: 2,3

5سبأ، الآیۃ: 12، 13

Sabā, AL Āyah:12, 13

6عثمانی، مفتی محمد تقی، آسان ترجمہ قرآن، ص:911

Uthmānī, Muftī, Muḥmmad Taqī, Āsān Tarjamah Qurān, P:911

7آلوسی، شہاب الدین محمود بن عبداللہ، روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی، دار الکتب العلمیۃ—بیروت، ج:11، ص: 293

Ālūsī, Shahāb al Dīn Maḥmūd bin 'Abdullāh, Rūḥ al Ma'ānī Fī Tafsīr al Qurān al 'Aẓīm wal Sab' al Mathānī, (Nāshir: Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah), Vol:11, P:293

8ابن ہشام، عبدالملک بن ہشام بن ایوب، التیجان فی ملوک حمیر، مرکز الدراسات والأبحاث الیمنیۃ، صنعاء، 1347ھ، ص: 22

9ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری شرح صحیح البخاری، دار المعرفۃ بیروت، ج:6، ص:408

Ibn Ḥajar 'Asqalānī, Aḥmad bin 'Alī, Fatḥ al Bārī Sharḥ Ṣaḥīḥ al Bukhārī, Nāshir: Dār al Ma'rifah, Beirūt), Vol:6, P;408

10المائدۃ، الآیۃ: 18

Al Mā,idah, Al Āyah:18

11عوضی، احمد، الصھیونیۃ، نشاتھا، تنظیماتھا، ص:7

'Awḍī, Aḥmad, Al Ṣayhūniyyah, Nash,atuhā, Tanẓīmātuhā, P:7

12ایضاً

Ibid

13ابولبابہ، شاہ منصور، مفتی، اقصیٰ کے آنسو، الاقصیٰ پبلشر، ص:15

Abū Lubābah, Shāh Manṣūr, Muftī, ,Aqṣā Ky Ānsū, (Nāshir: Al ,Aqṣā Publishers), P:15

14ایضا، ص:24

Ibid, P:24

15الأنبیاء، الآیۃ: 105

Al Ambiyā, Al Āyah: 105

16احمد بن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل، مسند الامام احمد بن حنبل، مؤسسۃ الرسالۃ، 1421ھ، ج:36، ص:657

Aḥmad bin Ḥambal, Aḥmad bin Muḥammad bin Ḥambal, Musnad Al ,Imām ah Ḥambal, (Nāshir: Mo'assasah al Risālah, 1421ah), Vol:36, P:657

17حاکم نیسابوری، محمد بن عبداللہ بن محمد، المستدرک علی الصحیحین للحاکم، دار الکتب العلمیۃ بیروت، 1411، ج:4، ص:536

Ḥākim, Nīsābūrī, Muḥmmad bin 'Abdullāh bin Muḥmmad, Al Mustadrak 'Alā al Ṣaḥīḥayn lil Ḥākim,(Nāshir: Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah, 1411ah), Vol:4, P:536